ڈاکٹر محمد جواد

آغا جی

میں نے کبھی سوچا بھی نہیں تھا کہ ایک دن ایسا آئے گا کہ انیس صاحب نہیں ہوں گے اور میں ان کی یادیں ان کے دوستوں کے ساتھ Share کر رہا ہوں گا۔ اصل میں انیس صاحب کے ساتھ موت کا تصور یا لفظ کوئی میل ہی نہیں کھاتا، وہ مکمل طور پر ایک زندہ انسان تھے۔ فطری خواہشات، امنگوں، جذبات، خیالات اور محبت سے بھرے ہوئے۔ انھیں دیکھ کر اور ان سے مل کر صرف زندگی کا خیال آتا تھا۔ زندگی کی خوشبو آتی تھی اور جینے کی، اور کچھ اہم کام کر گزرنے کی آرزو پیدا ہوتی تھی۔ ان کی موت کی خبر سن کر میرے منہ سے نکلا:

''اگر انیس صاحب مر سکتے ہیں تو پھر کوئی بھی مر سکتا ہے۔''

میری اُن سے پہلی ملاقات آج سے ۳۳ سال قبل الحمرا آرٹ سنٹر کی میوزک کلاس میں ہوئی۔ میں اس وقت تقریباً ۲۰ سال کا تھا اور وہ تقریباً ۳۴ سال کے خوش پوش، صحت مند اور جوان آدمی تھے۔ شروع شروع میں ان کی میوزک کلاس میں آمد کو کسی نے بھی پسند نہ کیا۔ سب یہی سمجھے کہ موسیقی سے دل چسپی کا بہانہ ہے، یہ یہاں باقی مولویوں کی طرح سب مسلمانوں کو مسلمان کرنے آئے ہیں (اپنے مطابق)۔ ہم لوگوں میں موجود خدشات کو اور ہوا ملی، جب انھوں نے ایک دن کلاس فیلوز کو کہا کہ بتایئے زندگی کا اصل مقصد کیا ہے؟ چند ایک جوابات سن کر بولے:

''زندگی کا اصل مقصد مالک کی اطاعت اور پرستش ہے اور اس اطاعت اور عبادت کو سمجھنے کا ذریعہ صرف اور صرف کتاب و سنت کا معقول فہم ہے۔''

گانا گانے اور مشہور سنگر بننے کے خواب دیکھنے والے لڑکوں کے لیے (سمیت میرے) یہ بڑا سٹپٹا دینے والا

پیغام تھا۔

اکثر لوگوں نے ایک کان سے سنا اور اُسی کان سے نکال دیا۔ اپنی کھوپڑی کو ذرا سی بھی زحمت دیے بغیر۔ میں اس وقت زندگی کی کچھ اس قسم کی الجھنوں میں پھنسا ہوا تھا کہ اس پیغام کو درست سمجھتے ہوئے بھی اس سے کچھ فرار یا وقتی فرار تلاش کرنا چاہتا تھا۔

انیس صاحب نے اپنی محبت اور خلوص سے میرے فرار کے تمام راستے بند کر دیے۔ کہنے لگے:

''آپ صرف گلوکار نہیں ہیں، نہ ہی صرف ادیب یا شاعر نظر آتے ہیں۔ فلسفہ آپ کا Subject ہے۔ میں آپ کو اپنے استاد سے ملواؤں گا۔ ان شاءاللہ نشست بڑی فکری اور منطقی ہو گی۔''

جاوید صاحب ان دنوں ماڈل ٹاؤن میں رہتے تھے۔ انیس صاحب مجھے اور شفقت حسین کو جاوید صاحب سے ملوانے لے آئے۔ اس وقت جاوید صاحب اس قدر مشہور نہیں تھے، مگر اسی طرح علمی سطح پر مضبوط بڑے اور ذہین اور فطین تھے۔

میں نے کچھ سوالات پوچھے، مذہب اور مذہبی لوگوں پر کچھ اعتراضات کیے۔ انھوں نے واقعی روایتی گفتگو کرنے کے بجاے بڑی عقلی اور منطقی گفتگو فرمائی۔ جاوید صاحب کے علاوہ انیس صاحب نے مجھے رفیع مفتی صاحب سے بھی ملوایا اور ان کے ساتھ میری کئی ملاقاتوں کا بندوبست کیا۔

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

حیرت انگیز طور پر جاوید صاحب نے بھی دوسرے لوگوں پر نہ تو اتنی توجہ دی اور نہ اتنا غور فرمایا، جتنی توجہ انھوں نے راقم پر مرکوز کی۔ انیس صاحب ایک دفعہ ہمارے ایک دوست فرخ منظور کو جاوید صاحب کے پاس لے کر آئے۔ ملاقات انتہائی مختصر رہی۔ صرف مندرجہ ذیل مکالمہ معرض وجود میں آسکا:

جاوید صاحب: اس کائنات میں جگہ جگہ آپ کو مالک کی نشانیاں نظر نہیں آتیں؟

فرخ: مجھے کچھ ایسا نظر نہیں آتا۔

جاوید صاحب: ہر شے عابد نہیں لگتی، جسے کسی معبود کی ضرورت ہو۔

فرخ: مجھے تو خود بھی ایسی ضرورت محسوس نہیں ہوتی۔

جاوید صاحب: تو پھر ٹھیک ہے جو آپ کو درست محسوس ہوتا ہے، وہی کریں۔

شفقت حسین سے بھی جاوید صاحب کی گفتگو آگے نہیں بڑھی، مگر مجھے انھوں نے ''تدبر قرآن'' پڑھنے کا مشورہ دیا اور کہا کہ اس عظیم تفسیر کو پڑھیں اور کوئی بھی سوال آپ کے ذہن میں آئے تو میرے پاس تشریف لائیں۔

میں نے ''تدبر قرآن'' کا حق تو ادا نہیں کیا، مگر آج یہ بات میرے لیے باعث فخر ہے کہ میں نے جاوید صاحب جیسے اسکالر کی رہنمائی میں ''تدبر قرآن'' تقریباً نو دس مہینے میں مکمل کی۔

انیس صاحب سے ملاقاتیں اب بہت بڑھ چکی تھیں۔ الحمرا آرٹ سنٹر، انیس صاحب کا رحمٰن پورہ میں پرانا گھر، ریٹی گن روڈ پر موجود میرے نانا کا مکان، جاوید صاحب کی رہایش گاہ اور لارنس گارڈن، یہ وہ سارے مقامات ہیں جہاں پر میں انیس صاحب کے ساتھ گھومتا پھرتا رہا۔ گفتگو گھوم پھر کر زندگی، زندگی کے مقصد، خدا، خدا اور بندے کا تعلق، قرآن مجید، قرآن کے صحیح فہم اور کسی بڑے مقصد کی تلاش پر آجاتی۔ یہ حقیقت ہے کہ فن کار ہونے کے باعث میرا دل خدا کے احساس سے کبھی خالی نہیں رہا، مگر مذہب کو باقاعدہ اختیار کرنا اس وقت میرے لیے بڑا مشکل تھا۔ مجھے یہ بھی سمجھ آرہی تھی کہ by birth مسلمان ہونا اور by conviction مسلمان ہونے میں کتنا فرق ہے۔ رفیع مفتی صاحب نے جلد محسوس کر لیا کہ دین کو بھرپور طریقے سے اپنی زندگی میں شامل نہ کرنے کے پیچھے عقلی سے زیادہ نفسیاتی عوامل کارفرما ہیں۔ وہ بہت جلد مجھ سے مایوس ہو گئے اور ایک hope less case سمجھ کر انھوں نے میری طرف سے اپنا دھیان ہٹا لیا۔

جاوید صاحب نے بھی محسوس کیا کہ انیس صاحب اس نوجوان کو زبردستی پکڑ کر لاتے ہیں اور یہ اپنی خوشی سے نہ آتا ہے اور نہ جاتا ہے، مگر وہ کبھی بھی مجھ سے مایوس نہیں ہوئے۔

چند ہی سالوں بعد ۱۹۹۵ء میں شعبۂ فلسفہ جامعۂ پنجاب میں لیکچرر بھرتی ہونے کے لیے لیکچر شپ کا انٹرویو ہوا۔ جاوید صاحب نے مجھے کہا کہ میں ان کے دوست ڈاکٹر ساجد علی سے مل لوں۔ میں شعبۂ فلسفہ میں استاد مقرر ہوا تو وہ بے حد خوش ہوئے اور انھوں نے مجھے مبارک باد دی۔

ایک دفعہ ڈاکٹر غزالہ عرفان کی جاوید صاحب سے Lums میں ملاقات ہوئی۔ جاوید صاحب نے میڈم کو میرے بارے میں کچھ کہا۔ اگلے دن ڈیپارٹمنٹ آئیں تو مجھے کہنے لگیں:

''He thinks very high of you''

ایک دن میں نے جاوید صاحب سے کہا کہ مجھے کچھ نصیحت کریں، مجھے غصہ بہت آتا ہے۔ جاوید صاحب فوراً کہنے لگے: ''کوئی بات نہیں، سب پرخلوص لوگ ایسے ہی ہوتے ہیں۔''

مجھے فوراً محسوس ہوا کہ وہ میرے بارے میں بڑے خوش گمان ہیں۔ انیس صاحب چاہتے تھے کہ میں باقی سارے کام چھوڑ کر باقاعدہ جاوید صاحب کی شاگردی اختیار کروں اور دین کا عالم بنوں۔ میرا خیال تھا کہ مجھ جیسے

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

آدمی کا جاوید صاحب کی صحبت کے باعث باقاعدہ مسلمان ہو جانا ہی کوئی چھوٹی بات نہیں ہے۔ میری زندگی کا ہر حصہ اور ہر گوشہ اس دینی شعور سے بدلتا اور تبدیل ہوتا جا رہا ہے، مگر میں اتنی بڑی چھلانگ نہیں لگا سکتا۔ میرا یہ ٹمپرامنٹ نہیں ہے۔ جب انیس صاحب نے کچھ زیادہ زور لگایا تو تھوڑی بدمزگی پیدا ہو گئی۔ میں نے کہا:

''آپ مجھے چھوٹے بھیا کہتے ہیں، مگر اصل میں آپ ایک سخت گیر باپ کی طرح ہیں۔''

اس کا کیا مطلب چھوٹے بیٹا، انیس صاحب حیران ہوئے۔

''اس باپ کی طرح جو بیٹے کا مزاج دیکھے بغیر اسے اپنے مطلب کی field میں گھسا دیتا ہے۔''

انیس صاحب کو یہ بات بری لگی، وہ بالکل خاموش ہو گئے اور پھر ایک عرصہ تک انھوں نے مجھ پر کوئی زبردستی نہیں کی۔ یہ وہ وقت تھا جب وہ اچانک بہت امیر ہو گئے تھے۔ اپنے دوستوں کے ہم راہ کاروباری ترقی کے باعث ماڈل ٹاؤن میں ایک بڑی سی کوٹھی میں رہایش پذیر تھے۔ میرے دفتر کی مصروفیات بڑھیں۔ فلسفے اور تدریس سے میری رغبت دن بدن بڑھنے لگی۔ ۲۰۰۱ء میں میری شادی ہو گئی۔ دسمبر ۲۰۰۱ء میں میری بیٹی پیدا ہوئی۔ ذمہ داریاں بڑھتی ہی چلی گئیں۔

انیس صاحب کی دفتری مصروفیات پھر بہت بڑھ گئی تھیں، مگر انھوں نے اپنے گھر کو علمی اور ادبی محافل کے لیے استعمال کرنا شروع کر دیا۔

ان کے اسی گھر میں میری ملاقاتیں احمد جاوید سے، شعیب منصور صاحب سے اور اشفاق احمد صاحب سے ہوئیں۔ انیس صاحب نے مجھے کئی لوگوں سے ملوایا، جن میں جنرل حمید گل، ڈاکٹر فاروق احمد خان، شعیب منصور، اشفاق احمد، بانو قدسیہ شامل ہیں۔ جاوید صاحب کے حلقے میں شامل ڈاکٹر منیر احمد، منیر امجد شیخ، آصف افتخار، کاشف محمود، ساجد صاحب، منظور الحسن اور دوسرے کئی دوستوں سے ملوایا۔ ''آبرو'' اسکول اور اس کی روح رواں روبینہ شکیل صاحبہ ان کے شوہر شکیل صاحب اور بہت سے ننھے فرشتوں سے ملاقات بھی انیس صاحب ہی کے توسط سے ہوئی۔

اخلاق الرحمان سے، جنھیں میں انسان کے روپ میں کوئی فرشتہ ہی سمجھتا ہوں، ملاقات بھی انیس صاحب نے ہی کروائی۔

انیس صاحب سے مل کر یہ احساس ہوا کہ کوئی شخص پانچ وقت کا نمازی اور روزے دار ہونے کے باوجود موسیقی کا رسیا، شاعری کا شوقین، خوب صورت اور ذہین، گفتگو کا دل دادہ، سفر کا شائق اور رشتے، ناتے اور

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

تعلقات کو آخری درجے تک نبھانے والا بھی ہو سکتا ہے۔

انھوں نے کئی چھوٹے اور بڑے بھائی، بیٹے، بیٹیاں، تائیاں، چاچیاں اور نانیاں بنائیں اور یہ رشتے نبھا کر دکھائے۔ مولود شاہد، عمران کریم اور آفتاب ان کے ان دوستوں میں سے ہیں جن کے ساتھ انھوں نے ایک عمر گزار دی۔ وہ بڑوں کے لیے انیس صاحب اور بچوں کے لیے آغا جی تھے۔ ہر کسی کے لیے ان کے دل میں بڑی جگہ تھی۔ نجانے اتنی جگہ ان کے دل میں کیسے نکل آتی تھی! انیس صاحب میری شادی، نوکری، بچوں کی پیدایش، عیدین، ماں باپ کی اموات، غرض ہر غمی اور خوشی میں میرے ساتھ رہے۔ وہ میرے گیارہ سالہ بیٹے امان اور سترہ سالہ بیٹے سبحان کے آغا جی تھے۔ ان کی موت کی خبر سن کر میں نے اپنے بچوں کو آنسوؤں سے روتے دیکھا اور مجھے یقین ہو گیا کہ نیکی اور بھلائی کی طرح محبت بھی کبھی بانجھ نہیں ہوتی۔ وہ انڈے، بچے دیتی ہے۔ محبت کا سفر ایک نسل سے دوسری نسل تک منتقل بھی ہوتا رہتا ہے اور آگے بھی بڑھتا چلا جاتا ہے۔

انیس صاحب نے اتنی بہت سی محبتیں کیسے اور کیوں پال لی تھیں؟ میں اس سوال کا جواب بھی برسوں تلاش کرتا رہا اور آخر مجھے انھی کی زبانی اس کا جواب مل گیا۔ کہنے لگے:

''میرے والد فوج کے ایک معمولی ملازم تھے۔ والدہ سال کے کچھ عرصے درست ذہنی کیفیت میں رہتی تھیں اور کچھ عرصہ پوری طرح ہوش میں نہیں ہوتی تھیں۔ ان حالات میں، میں اور میرا بھائی کس طرح پلے ہیں اور کس طرح ہر قسم کے خطرات سے محفوظ رہے ہیں، یہ خدا ہی جانتا ہے اور یہ مالک ہی کی مہربانی ہے۔

ایک دن مجھے باہر کھیلتے ہوئے چوٹ لگ گئی، میری دائیں ٹانگ پر کچھ زخم لگ گیا تھا اور اس زخم سے خون بہ رہا تھا۔ میں چھوٹا سا تھا۔ میں روتے ہوئے گھر داخل ہوا تو میری والدہ جو ان دنوں درست ذہنی حالت میں نہیں تھیں، مجھے دیکھ کر اونچی اونچی رونے لگیں اور پھر ہم دونوں روتے روتے صحن میں ہی سو گئے۔''

اپنے بھائی کے بارے میں ایک دن فرمانے لگے:

''میرا بھائی بڑا اچھا ہے، مگر مزاج مجھ سے بالکل نہیں ملتا۔ میری طرح جذباتی بالکل نہیں ہے۔''

انیس صاحب کو جو رشتہ گھر سے نہ ملا، انھوں نے باہر بنایا، جو کمی بچپن اور لڑکپن میں رہی، اسے بعد کی زندگی میں پورا کیا۔ رشتے بنائے بھی اور نباہ کر بھی دکھائے۔ ہر رشتے کو دین کا، خدا کا اور خدا سے تعلق مضبوط کرنے کا درس دیا۔

"Note from Publisher: Al-Mawrid is the exclusive publisher of Ishraq. If anyone wishes to republish Ishraq in any format (including on any website), please contact the management of Al-Mawrid on info@al-mawrid.org. Currently, this journal or its contents can be uploaded exclusively on Al-Mawrid.org, JavedAhmadGhamidi.com and Ghamidi.net"